محمدی بیگم زوجہ شمس العلما مولوی ممتاز علی
اُردو صحافت کی پہلی خاتون ایڈیٹر

ڈاکٹر ریحانہ کوثر*

Abstract:

Muhammadi Begum w/o Molvi Mumtaz Ali, has the first lady editor of Urdu journalism. she come in this field when a woman could not even think of it. Apart from editing "Tehzeeb-i-Niswan" a weekly magzine of women, she wrote more than thirty books, for children and women on different topics. In the present article a brief description has been given about the life and contribution of this lady.

شمس العلماء مولوی سید ممتاز علی اُردو زبان وادب کے ان مشاہیر میں سے تھے، جنھوں نے اپنے ناقابلِ شکست عزم وحوصلے سے نامساعد حالات کی سنگلاخ چٹانوں کے درمیان میں سے اپنے لئے راستہ بنایا اور علم وفن اور فلاح واصلاح کے میدانوں میں کامیابی کے جھنڈے گاڑے۔ لاہور میں ''دارالاشاعت پنجاب'' کے نام سے اشاعتی ادارہ قائم کیا، جس نے کہنہ مشق ادیبوں کے ساتھ ساتھ نوآموز لکھاریوں کی سینکڑوں کتابیں شائع کر کے انہیں دنیائے ادب سے روشناس کیا۔ کتابیں چھاپنے کے لئے اپنے وقت کا جدید ترین پریس لگایا۔ ۱۸۹۸ء میں ''تہذیب نسواں'' کے نام سے عورتوں کی ہمہ جہتی اصلاح وترقی کے لئے ہفتہ وار اخبار/ رسالہ جاری کیا جو تقریباً نصف صدی تک شائع ہوتا رہا۔ ''تہذیب نسواں'' میں عورتوں کو لکھنے کی ترغیب دینے کے لئے سونے کی انگوٹھی بطور

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

انعام دینے کی سکیم شروع کی ۔ جسے مولوی صاحب نے تا حیات جاری رکھا۔ ۱؎ مضمون نگاری کے علاوہ خوش خطی کے لئے بھی انعامات کا سلسلہ قائم کیا۔ ۲؎ مولوی ممتاز علی عورتوں کی سماجی اور معاشرتی اصلاح اور ان کی عام تعلیم کا جو نقشہ اپنے ذہن میں رکھتے تھے چونکہ اس کے مطابق مناسب لٹریچر موجود نہیں تھا۔لہٰذا انہوں نے اس کی تیاری کے لئے اصحاب فکر کو اس طرف متوجہ کیا اور ان کی کوششوں سے متعدد مضامین اور کتب لکھی گئیں۔مضامین ''تہذیب نسواں'' میں شائع ہوئے اور کتابیں ''دارالاشاعت پنجاب'' کی طرف سے منظر عام پر آئیں۔۳؎ خواتین کو تربیتِ اولاد کے سلسلے میں راہ نمائی فراہم کرنے کے لئے ''مشیرِ مادر'' کے نام سے رسالہ جاری کیا۔ ۴؎ خواتین کے اجتماعی مسائل کے حل کے لئے تہذیبی فنڈ قائم کیا نیز حکومت کو متوجہ کیا کہ وہ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے گرلز سکول قائم کرے چنانچہ ان کی کوششوں سے بھاٹی گیٹ لاہور میں وکٹوریہ گرلز سکول قائم ہوا۔۵؎ مولوی ممتاز علی نے قومی اصلاح و فلاح کے جو کام کئے ان میں بچوں کے رسالہ ''پھول'' کا اجرا بھی شامل ہے۔ یہ پرچہ مولوی صاحب کی وفات کے بعد ۱۹۵۸ء تک جاری رہا۔ایک پندرہ روزہ اخبار ''تالیف واشاعت'' جاری کیا جس میں علمی وادبی کتابوں پر تبصرے کئے جاتے تھے۔ان متنوع اصلاحی فلاحی، سماجی اور تعلیمی کاموں کے علاوہ مولوی ممتاز علی نے متعدد علمی کتابیں بھی تحریر کیں، جن میں تذکرۃ الانبیا، حقوق النسواں، ردالملاحدہ اور شیخ حسن نمایاں ہیں۔۶؎ تاہم شیخ محمد اسماعیل پانی پتی کے نزدیک ان کی تصانیف میں سب سے نمایاں ''تفصیل البیان فی مقاصد القرآن'' ہے۔۷؎ جس میں مضامین قرآن کی مفصل تشریح پانچ ہزار سے زیادہ عنوانات کے تحت نہایت قابلیت سے کی گئی ہے۔

مولوی سید ممتاز علی کے کارہائے نمایاں کا یہ ایک سرسری سا جائزہ تھا، جو پیش کیا گیا تفصیل میں جائیں تو ایک ضخیم مقالہ تیار ہو سکتا ہے۔لیکن چونکہ یہ میرا موضوع نہیں ہے، لہٰذا اسی پر اکتفا کرتی ہوں اور ''مطلع'' ہی میں سخن گسترانہ بات میں الجھ جانے پر معذرت کرتے ہوئے اصل بات کی طرف آتی ہوں۔مولوی ممتاز علی کے متعدد عظیم الشان کاموں میں سے کسی بھی ایک کام کو اپنے ذوق کی روشنی میں سب سے بڑا کام کہا جا سکتا ہے۔علمی وادبی کتابوں کی طباعت واشاعت سے دل چسپی رکھنے والا کوئی شخص ان کے ''دارالاشاعت پنجاب'' کے قیام واستحکام کو ان کا اصل کارنامہ کہہ سکتا ہے۔جس کی نظر میں فلاحی اور اصلاحی کام زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، وہ مولوی صاحب کے سماجی کاموں کو سب سے اہم کہہ سکتا ہے۔لیکن میں ''سب سے اہم'' کی بحث میں پڑے بغیر قارئین کو مولوی صاحب کے جس کام کی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہوں، وہ ہے عورتوں کے لئے ہفت روزہ ''تہذیب نسواں'' کا اجراء............نہ صرف اس ہفت روزہ کا اجرا، بلکہ پوری دل سوزی، محنت اور لگن کے ساتھ اپنی زوجہ کو اس کی ایڈیٹری کے لئے تیار کرنا اور بالفعل انہیں اس قابل بنا دینا کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی اس رسالے کے لئے وقف کر دی اور ایسی عمدگی سے

''ادارت'' کے فرائض انجام دیئے کہ کیا کوئی مرد بھی دے سکتا۔

یہ درست ہے کہ مولوی ممتاز علی نے ''تہذیب نسواں'' کو چلانے اور ترقی دینے میں اپنی زوجہ محمدی بیگم کی پوری پوری مدد کی، کہ وہی اس رسالے کے سرپرست تھے، پرنٹر و پبلشر تھے، ادارتی امور میں معاون و مددگار تھے لیکن ایڈیٹر یا مدیر بہر حال محمدی بیگم ہی تھیں۔9 جو مولوی صاحب کی پہلی بیوی کے انتقال کے بعد انیس (19) سال کی عمر میں اُن کے عقد میں آئیں۔ محمدی بیگم، مولوی ممتاز علی کے بہنوئی اور دوست احمد شفیع کی بیٹی تھیں۔ احمد شفیع نے اپنی پہلی بیوی کے انتقال کے بعد سید ممتاز علی کی بہن ''بی جان'' سے نکاح کرلیا تھا۔ محمدی بیگم احمد شفیع کی پہلی اہلیہ سے تھیں اور بچپن ہی سے بہت مستعد، سلیقہ شعار اور ہونہار تھیں۔ تیرہ برس کی عمر میں انہوں نے امور خانہ داری کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ نومبر ۱۸۹۷ء میں ان کا نکاح سید ممتاز علی سے ہوا، جن کے پہلی بیوی سے دو بچے حمید علی اور وحیدہ بیگم بھی تھے۔ محمدی بیگم بڑے عزم و حوصلے والی باصلاحیت خاتون تھیں۔ چھوٹی عمر ہی میں ان پر ذمہ داریوں کا بارِ گراں آن پڑا۔ سید ممتاز علی کے دو کم سن بچوں کی پرورش، جن میں سے ایک (حمید علی) ہڈی کے دق میں مبتلا تھا۔ گھر گرہستی کے معمول کے کام اور سب سے بڑھ کر ''تہذیب نسواں'' کی ادارتی ذمہ داریاں، ان سب کاموں کو محمدی بیگم نے اس خوش اسلوبی اور اخلاص سے انجام دیا کہ ان کی جفا کشی، محنت اور ہمت کی داد دئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ شادی کے ایک سال بعد ان کے ہاں ایک مردہ بچی پیدا ہوئی۔ ۱۳، اکتوبر ۱۹۰۰ء کو امتیاز علی نے جنم لیا، جو آگے چل کر سید امتیاز علی تاج کے نام سے بطور ایک نامور ادیب اور ڈرامانگار مشہور ہوئے۔

محمدی بیگم کے اپنے ادارتی کام میں انہماک کا یہ عالم تھا کہ امتیاز علی تاج کی ولادت کے زمانے میں جو نرس ان کی خدمت پر مامور تھیں، ان کا بیان ہے کہ زچگی کے دنوں میں بھی وہ اس پر پوری توجہ دیتی رہیں۔ بلکہ اپنے بیمار سوتیلے بیٹے حمید علی کی دیکھ بھال سے بھی غافل نہیں ہوئیں۔ ان کی مصروفیات کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے ان اعزہ سے بھی، جو اُن سے ملنے آتے تھے، جی بھر کے مل نہیں پاتی تھیں۔ اس سلسلے میں ان کی بڑی بہن بیگم سید واحد علی لکھتی ہیں...... ''یہاں آئی تو ہمشیرہ عزیز کو دس منٹ بھی میرے پاس بیٹھنے کی فرصت نہ ملی۔ تین دن میں ہم دونوں بہنوں کو ساتھ مل کر کھانا کھانا بھی نصیب نہ ہوا............(رسالے ''تہذیب نسواں'' کے کاموں سے) جب وقت ملتا، کھڑے کھڑے باورچی خانے میں چند لقمے کھا کر اپنے کام میں مصروف ہو جاتیں۔''10

عورتوں کی سماجی و معاشرتی ترقی اور تعلیم کا منصوبہ عرصے سے سید ممتاز علی کے ذہن میں تھا۔ عقد ثانی پر جب انہیں محمدی بیگم جیسی باصلاحیت اور سمجھ دار خاتون کی رفاقت میسر آئی تو انہوں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ اس خواب کی تعبیر حاصل کرنے کے لئے پہلے قدم کے طور پر اخبار یا رسالہ جاری کریں گے اور ان کی اہلیہ اس کی مدیر ہوں گی۔

محمدی بیگم کو جب اپنے خاوند سے اس کا علم ہوا تو وہ خاصی پریشان ہوئیں۔ گھرداری کے کاموں کے ساتھ ساتھ ایک رسالے کی ادارت کے بکھیڑوں کا سوچ کر وہ فکر مند ہوگئیں۔ جس پر مولوی ممتاز علی نے ان کی ہمت بندھائی اور انہیں یقین دلایا کہ وہ اس کام میں پوری طرح سے ان کی مدد کریں گے اور وہ اس ذمہ داری کے بوجھ کو اٹھانے کی صلاحیت پیدا کر لیں گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سید ممتاز علی نے اپنی اہلیہ کی تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اگر مٹی ہی میں زرخیزی نہ ہو تو ''نم'' چاہے جتنا بھی ہو کچھ اثر پیدا نہیں کر سکتا۔ محمدی بیگم واقعی بے پناہ صلاحیتوں کی مالک تھیں کہ انہوں نے چار ماہ کی دن رات محنت سے اتنی لیاقت حاصل کر لی کہ ایک رسالے کو بخوبی ''ایڈٹ'' کر سکیں۔ مولوی ممتاز علی نے محمدی بیگم کو ایڈیٹر بنانے کے لئے جو کچھ کیا اس کی تفصیل خود اُن کی زبانی سنیئے:

> ''ایک میم ان کو انگریزی سکھاتی تھی ایک ہندو لیڈی انہیں ہندی پڑہاتی تھی ایک لڑکا انہیں حساب سکھاتا تھا اور میں انہیں ایک روز عربی اور ایک روز فارسی پڑھاتا تھا اور جو کام ان سے لینا تھا اس سے متعلق مناسب گفتگو کرتا تھا۔ اس طرح چار مہینے کی دن رات کی محنت سے مجھے امید ہوگئی تھی کہ جو کام ان کے لئے تجویز کیا گیا تھا اُسے بخوبی سرانجام دے سکیں گی۔''[۱۱]

ماہ جولائی ۱۸۹۸ء میں ''تہذیب نسواں'' جاری ہوا اور محمدی بیگم نے تادمِ آخر اس کی ادارت کے فرائض کو خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ ایک عرصے تک عام عوام اور خواص کا رویہ ''تہذیب نسواں'' کے ساتھ حد درجہ معاندانہ رہا۔ ابتدا میں کچھ عرصے تک ''تہذیب نسواں'' پڑھے لکھے گھرانوں میں مفت بھیجا جاتا تھا۔ بجائے اس کے کہ لوگ اسے ایک اعزاز سمجھتے، ان میں سے اکثر نے رسالے کے پیکٹ پر غلیظ گالیاں لکھ کر اسے واپس کیا۔ اس کے علاوہ ایسی شرمناک باتوں سے معمور خطوط بھی رسالے کے دفتر میں بھیجے کہ جنہیں بقول سید ممتاز علی کھولنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ اول اول انہوں نے کوشش کی کہ ایسے بے ہودہ خطوط محمدی بیگم کی نظر سے نہ گزریں لیکن یہ اخفا کب تک رہ سکتا تھا۔ محمدی بیگم نے ''تہذیب نسواں'' کے لئے جان سوزی کرنے کے صلے میں گالیاں بھی کھائیں۔

''تہذیب نسواں'' کے بارے میں عام تاثر یہ تھا کہ یہ اخبار عورتوں کی بے راہ روی کا باعث ہوگا اور اس کے اثر و نفوذ کی وجہ سے معاشرتی زندگی میں ایک عظیم اختلال واقع ہوگا۔ اکثریت کا یہ خیال تھا کہ اس اخبار میں ایڈیٹر کے نام سے جو مضامین شائع ہوتے ہیں وہ ایڈیٹر (محمدی بیگم) کے لکھے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ سید ممتاز علی لکھتے ہیں اور بیوی کے نام سے شائع کراتے ہیں۔ لوگوں کو یقین دلانے کے لئے، کہ یہ مضامین محمدی بیگم ہی کے لکھے ہوئے ہوتے ہیں، یہ اعلان کیا گیا کہ وہ کسی یورپین خاتون کو رسالے/ اخبار کے دفتر بھیجیں تاکہ وہ کسی خاص مضمون کا

عنوان دے کر اپنے سامنے محمدی بیگم کو اس پر لکھنے کے لئے کہیں اور یوں آزمائش کر کے اپنی تسلی کر لیں۔ یہ بھی ہوا ،بغض اور عناد رکھنے والوں کے شکوک پھر بھی رفع نہ ہوئے۔ عام لوگوں کا رویہ ''تہذیب نسواں'' اور اس کی مدیرہ کے ساتھ جو تھا، سو تھا۔ افسوس تو یہ ہے کہ صحافی برادری نے بھی اپنے قبیلے کی ایک باہمت خاتون کا ساتھ نہ دیا، جس کا گلہ انہوں نے ایک نظم کی شکل میں کیا۔ لوگوں نے محمدی بیگم کا دل جلانے اور ان کی راہ میں کانٹے بونے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی چند بزرگوں نے تو مخالفت میں ابتذال کی انتہا کر دی۔ کسی طوائف کے نام سے ایک اخبار جاری کیا اور ''تہذیب نسواں'' کو گالیاں دینے کے لئے عرصے تک اسے جاری رکھا۔ لیکن یہ تمام مخالفتیں محمدی بیگم کے عزم و حوصلے کو نہ توڑ سکیں۔ وہ آخری دم تک اصلاح و ترقی نسواں کے لئے سرگرم اور مستعد رہیں۔[۱۲] بقول شیخ محمد اسماعیل پانی پتی:

> ''وہ نہایت استقلال اور نہایت ہمت کے ساتھ اپنی مظلوم بہنوں کی حمایت و امداد اور ان کی اصلاح و فلاح میں تن من دھن کے ساتھ مصروف اور منسلک رہیں۔ اس عورت کے عزم راسخ کا نتیجہ تھا کہ بالآخر مخالفت کے بادل چھٹ گئے، مخالفین خاموش ہو گئے، معترضین ہار کر بیٹھ رہے اور اخبار نے دن دونی رات چوگنی ترقی کی اور بعد کے ایام میں عورتوں کے لئے نکلنے والے اخبارات و رسائل میں سے کوئی ایک بھی اس قدر مقبولیت اور ہر دل عزیزی حاصل نہ کر سکا جیسی ''تہذیب نسواں'' کو حاصل رہی''[۱۳]

تاریخ پر نظر رکھنے والے یہ جانتے اور مانتے ہیں کہ آج کل خواتین میں جو بیداری پائی جاتی ہے اس کی داغ بیل ملک میں سب سے پہلے محمدی بیگم نے ''تہذیب نسواں'' کے ذریعے ڈالی۔ انہوں نے اپنے مشن سے متعلق نہ صرف خود بکثرت مضامین لکھے بلکہ دوسری خواتین سے لکھوا کر ''تہذیب نسواں'' میں شائع کئے۔ عورتوں میں عمل کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے انہوں نے ۱۹۰۷ء میں ''انجمن خاتونانِ ہمدرد'' کی بنیاد رکھی اس کے ساتھ ایک ''دارالنسواں'' بھی قائم کیا جسمیں غریب اور نادار عورتوں کو رکھا جاتا تھا اور ان کی ہر طرح سے مدد کی جاتی تھی۔ انہیں مختلف دستکاریاں سکھا کر روزی کمانے کے قابل بنایا جاتا تھا۔[۱۴] قدرت کی طرف سے محمدی بیگم کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا گیا تھا۔ وہ ایک اعلیٰ درجہ کی اخبار نویس ہونے کے ساتھ ساتھ خوش گو شاعرہ، کشادہ نظر اور کثیرا لتصانیف ادیبہ بھی تھیں۔ راقم الحروف نے صرف اپریل، مئی، جون ۱۹۲۳ء کے ''تہذیب نسواں'' کے شماروں میں شائع ہونے والے محمدی بیگم کی تصانیف کے اشتہارات سے ان کی کتب کی جو فہرست تیار کی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ صفیہ بیگم (کہانی) ۲۔ رفیق عروس (دلہنوں کی راہ نمائی کے لئے) ۳۔ نعمت خانہ (کھانے پکانے کی ترکیب)

۴۔حیات اشرف (ایک باہمت خاتون، وکٹوریہ گرلز سکول لاہور کی اول معلّمہ کی سوانح حیات) ۵۔آج کل۔۶۔سگھڑ بیٹی (امور خانہ داری کے بارے میں) ۷۔انمول موتی (طویل نظم) ۸۔امتیاز پچیسی (بچوں کے لئے کہانیاں) ۹۔ تاج گیت (بچوں کے لئے نظمیں) ۱۰۔تاج پھول (بچوں کے لئے نصیحت آمیز باتیں) ۱۱۔دل چسپ کہانیاں۔ ۱۲۔دل پسند کہانیاں ۱۳۔ریاض پھول (بچوں کے لئے کہانیاں) ۱۴۔تین بہنوں کی کہانی ۱۵۔علی بابا چالیس چور۔ ۱۶۔چوہے بلی نامہ۔۱۷۔انگریزی گرائمر (یہ ایک چھوٹی سی گرائمر ہے جس میں انگریزی سیکھنے کی تمام ضروری باتیں لکھی گئی ہیں)۔ یہ فہرست صرف تین مہینوں کے شماروں میں شائع ہونے والے اشتہاروں کی مدد سے بنائی گئی ہے۔ اگر تہذیب نسواں کے اجرا ۱۸۹۸ء سے محمدی بیگم کی وفات تک کے تمام شماروں کو کھنگالا جائے تو امید ہے کہ تقریباً اتنی ہی اور کتابوں کا سراغ بھی مل سکتا ہے۔ان کتابوں کی تصنیف وتالیف ''تہذیب نسواں'' کے ادارتی امور کے ساتھ ساتھ اس میں لکھے گئے مضامین، عورتوں کی فلاح و بہبود کے لئے مختلف تنظیموں کا قیام واستحکام ان سب کاموں کے پہلو بہ پہلو گھر داری کے بکھیڑے، بچوں کی تعلیم وتربیت اور نگہ داشت، ان سب کاموں کے بوجھ نے محمدی بیگم کے اعصاب کو شل کر دیا اور وہ مسلسل بیمار رہنے لگیں۔لیکن بیماری میں بھی مسلسل کام کرتی گئیں لیکن آخر کب تک، ایک دن بے بس ہو کر بستر سے لگ گئیں۔سید ممتاز علی نے علاج معالجے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن ؎ الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا اور یہ بہادر اور محنتی خاتون نومبر ۱۹۰۸ء کو عین جوانی کے عالم میں اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ان کی زندگی فارسی کے اس مصرعے کی ہو بہو تصویر تھی۔خوش درخشید و لے شعلۂ مستعجل بود۔مولوی سید ممتاز علی کے جس پرچے کے پہلے صفحے کی پیشانی پہ یہ لکھا ہوتا تھا۔''ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار''...... یہ اولوالعزم خاتون اس اخبار کی مدیر تھیں۔''تہذیب نسواں'' ہندوستان کا پہلا زنانہ اخبار یا رسالہ تو نہ تھا کہ اس سے پہلے مولوی سید احمد (مؤلف فرہنگ آصفیہ) نے دہلی سے ''اخبار النساء'' ۱۸۸۷ء میں اور منشی محبوب عالم (ایڈیٹر ''پیسہ اخبار'' لاہور) نے ''شریف بیبیاں'' ۱۸۹۳ء میں جاری کیا تھا۔وہی ان اخباروں کے ایڈیٹر بھی تھے۔۱۵؎ تاہم ''تہذیب نسواں'' ہندوستان کا ایسا پہلا اخبار یا رسالہ یقیناً تھا جس کی مدیر ایک خاتون تھیں اور اس کا اعلان اس کے ۱۴ جولائی ۱۸۹۸ء کے شمارے کے سرورق پر اِن الفاظ میں کیا گیا تھا............''تہذیب نسواں''............جو ہر جمعہ کو ایک شریف بی بی کی ایڈیٹری میں لڑکیوں کے لئے شائع ہوتا ہے۔۱۶؎

محمدی بیگم اُردو صحافت کی خاتون اول تھیں، اُردو صحافت میں پہلی خاتون ایڈیٹر۔انہوں نے ایک ایسے زمانے میں دشتِ صحافت کے خار زار میں قدم رکھا جب اس نواح میں کسی عورت کے آنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔انہوں نے اپنے خلوص محنت اور لیاقت سے اپنا منفرد مقام بنایا اور منوایا۔وہ آج کل کے متعدد مرد ایڈیٹروں کی طرح خالی

خولی ایڈیٹر ہی نہیں تھیں۔ایسا ایڈیٹر جس نے اپنی پوری زندگی میں ایک سطر بھی نہ لکھی ہو۔وہ ایک ''قادرالکلام'' ادیبہ ،شاعرہ اور مصنفہ بھی تھیں۔حق مغفرت کرے کیا شان والی خاتون تھیں۔

حواشی اور مآخذ

۱۔ تہذیبِ نسواں، لاہور: دارالاشاعت پنجاب، شمارہ: ۷، جنوری ۱۹۰۵ء، ص: ۳

۲۔ ایضاً، شمارہ: ۶، جنوری ۱۹۲۳ء، ص: ۱۲

۳۔ ایضاً، شمارہ: ۱۴، مارچ ۱۹۰۳ء، ص: ۸۷

۴۔ ایضاً، شمارہ: ۶، جنوری ۱۹۰۶ء، ص: ۳

۵۔ ایضاً، شمارہ: ۷، اپریل ۱۹۰۶ء، ص: ۱۵۷

۶۔ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی۔ ''تاج صاحب کے والدین''۔ ''صحیفہ، تاج نمبر'' لاہور: مجلس ترقی ادب، اکتوبر ۱۹۷۰ء، ص: ۳۵۔ شیخ صاحب نے اپنے اس مضمون میں مولوی ممتاز علی کی سولہ کتابوں کے نام گنوائے ہیں۔

۷۔ ایضاً، ص: ۲۸۔ ڈاکٹر محمد سلیم ملک نے اپنے پی ایچ۔ ڈی کے مقالے بہ عنوان ''سید امتیاز علی تاج، زندگی اور فن'' میں ''تفصیل البیان فی مقاصد القرآن'' کا نام ''تفصیل القرآن'' لکھا ہے (دیکھیے ص ۲، مطبوعہ مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی لاہور ۲۰۰۳ء)۔ ڈاکٹر سلیم ملک نے یہ بھی لکھا ہے اس گراں قدر دینی کام کے لئے علماء کی پوری جماعت درکار تھی جسے مولوی ممتاز علی نے تنہا مکمل کیا...... نیز یہ کہ...... ''اس پر سرکار نے انہیں ''شمس العلما'' کا خطاب دیا''...... یہ خطاب والی بات ڈاکٹر سلیم ملک صاحب نے شیخ اسماعیل پانی پتی کے متذکرہ بالا مضمون کے حوالے سے لکھی ہے۔ افسوس کہ ڈاکٹر ملک کے دونوں بیانات غلط ہیں۔ کتاب کا صحیح نام وہی ہے جو ہم نے اپنے مضمون کے متن میں دیا ہے یعنی ''تفصیل البیان فی مقاصد القرآن''۔ یہ کتاب الفصیل غزنی اسٹریٹ لاہور کی طرف سے جولائی ۱۹۹۶ء میں دوبارہ شائع ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر سلیم ملک کا مقالہ مذکورہ ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اگر شیخ اسماعیل پانی پتی کا متذکرہ مضمون غور سے پڑھتے تو وہیں انہیں کتاب کا صحیح نام نظر آ جاتا ہے۔ ڈاکٹر سلیم ملک نے شیخ اسماعیل پانی پتی کے حوالہ سے جو یہ لکھا ہے کہ اس کتاب پر مولوی ممتاز علی کو شمس العلما کا خطاب ملا، یہ بھی غلط اور گمراہ کن ہے۔ شیخ اسماعیل پانی پتی نے ایسا ہرگز نہیں لکھا جیسا کہ ان کی اس سلسلے کی عبارت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''مولوی صاحب مسلمانوں کے نہایت ہمدرد، اعلیٰ پائے کے مصنف، زبردست انشا پرداز، طبقہ نسواں کے محسن، بچوں کے لئے نہایت شفیق، اسلامیات کے فاضل اور تعلیمات کے ماہر تھے اسی وجہ سے آپ سال ہا سال تک مسلم یونیورسٹی کورٹ علی گڑھ کے رکن اور پنجاب یونیورسٹی سینٹ کے ممبر رہے اور ان ہی فضائل و محاسن کے باعث آپ کو گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے ۱۹۳۴ء میں شمس العلماء کا خطاب ملا''...... (صحیفہ تاج نمبر ۱۹۷۰ء، ص: ۲۲، ۳۰)

گویا مولوی ممتاز علی کو بقول شیخ اسماعیل پانی پتی کے ان کی متعدد سماجی و علمی خدمات پر خطاب ملا تھا نہ کہ محض ایک کتاب کی ترتیب و تالیف پر جیسا کہ ڈاکٹر سلیم ملک نے سمجھا۔

۸۔ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی۔ کتاب مذکورہ (صحیفہ) ص: ۳۶

۹۔ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی کے مولوی سید ممتاز علی سے نیاز مندانہ تعلقات تھے۔ وہ جب بھی لاہور آتے تھے مولوی صاحب سے ضرور ملتے تھے مولوی صاحب بھی ان سے محبت رکھتے تھے اور شفقت فرماتے تھے۔ شیخ صاحب نے صحیفہ تاج نمبر میں اپنے مضمون میں محمدی بیگم ہی کو ''تہذیب نسواں'' کا ایڈیٹر قرار دیا ہے (ص ۳۷) ''اُردو صحافت کی ایک نادر تاریخ'' مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی لاہور ۱۹۹۲ء میں طاہر مسعود نے بھی محمدی بیگم کو ''تہذیب نسواں'' اور ''مشیر مادر'' کا ایڈیٹر لکھا ہے (ص ۱۵۹۔۱۶۴) اور تہذیب نسواں کے ٹائٹل پیج پر بھی محمدی بیگم ہی کا نام ہوا کرتا تھا لیکن ان سب حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے ڈاکٹر انور سدید نے مولانا عبدالمجید سالک، امتیاز علی تاج اور احمد ندیم قاسمی کو تو ''تہذیب نسواں'' کے حلقہ ادارت میں شامل کر دیا جبکہ محمدی بیگم کا ذکر تک نہیں کیا اور دعوی کر دیا کہ یہ ایک ایسا ادبی پرچہ تھا جسے مرد ادباء مرتب کرتے تھے۔ (پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ، لاہور: اکادمی ادبیات پاکستان، ۱۹۹۲ء، ص: ۳۰۳) اس سے قطع نظر ''تہذیب نسواں'' خالصتاً ادبی پرچہ نہیں تھا۔ اس میں اِکاد ُکا ادبی چیزیں بھی شائع ہوا کرتی تھیں جبکہ اصلاً یہ عورتوں کے سماجی، معاشرتی اور تعلیمی مسائل سے سروکار رکھتا تھا۔ ڈاکٹر انور سدید کو شاید ''تہذیب نسواں'' کے پرچے براہ راست بچشم خود دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس کی حیثیت اور اس کی ''ادارت'' کے بارے میں غلط لکھ گئے۔

۱۰۔ بیگم سید واحد علی۔ حالات زندگی محترمہ محمدی بیگم (غیر مطبوعہ، مملوکہ نعیم طاہر) ص ۳۳۔ بحوالہ، نازنین اختر، مقالہ پی ایچ ڈی اردو (غیر مطبوعہ) شمس العلما سید ممتاز علی کی شخصیت اور علمی ادبی وصحافتی خدمات۔ مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، ص: ۲۸، ۲۹۔

۱۱۔ ''تہذیب نسواں''۔ جوبلی نمبر ۱۹۱۸ء، ص: ۶۱۸

۱۲۔ سید افسر عباس زیدی، ''شمس العلما مولوی ممتاز علی مرحوم'' مقالہ ایم اے اُردو، ۱۹۶۷ء، مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ ص: ۲۲، ۲۳، ۱۴

۱۳۔ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، صحیفہ شمارہ مذکورہ، ۱۹۷۰ء، ص ۳۷، ۳۸

۱۴۔ ایضاً، ص: ۳۹

۱۵۔ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، صحیفہ: شمارہ: مذکور، ص: ۳۷

۱۶۔ سید افسر عباس زیدی، کتاب (مقالہ) مذکور، ص: ۲۰۱